ممتاز مفتی کے افسانوں میں تعلیمی شعور کا اظہار

محمد ظفر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
ایف۔سی کالج یونیورسٹی، لاہور

EDUCATIONAL ISSUES IN MUMTAZ MUFTI'S FICTION

Muhammad Zafar Iqbal
Assistant Professor of Urdu
FC College University, Lahore

Abstract

Mumtaz Mufti is a renowned short story writer of Urdu. He has discussed many social issuesin his short stories. He has also masterly elaborated issues related to educationthrough his stories. Education is a mental, spiritual and social action. Mumtaz Mufti has reflected successfully the educational decency of our society in his stories. The article tries to cover educational issues presented in Mufti's short stories.

Keywords:

ممتازمفتی قرۃالعین حیدر، اُردو، انگریزی، افسانہ، گڑیا گھر، روغنی پتلے، سمے کا بندھن، لاہور

اُردو افسانے میں مختلف رجحانات اور موضوعات جیسے حقیقت نگاری، علامت نگاری، مافوق الفطرت اور اساطیری عناصر، جدیدیت، موجودیت، مذہبیت، تجریدیت، شعور کی رو، نفسیاتی اور جنسی زاویے، تہذیبی وثقافتی افکار اور ہجرت وفسادات کے عوامل کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ جدید افسانہ معاشرے کی بجائے فرد کی زندگی کو موضوعِ بحث بناتا ہے۔ دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ اُردو افسانے میں تعلیمی شعور (رسمی وغیر رسمی تعلیم) کا اظہار بھی جا بجا ملتا ہے۔ قدیم وجدید اُردو افسانے میں مختلف زاویے نکالنے والوں میں پریم چند، نیاز فتح پوری، سلطان حیدر جوش، رفیق حسین، علی عباس حسینی، اعظم کریوی، حجاب امتیاز علی، مجنوں گورکھپوری، غلام عباس، اوپندر ناتھ اشک، سعادت حسن منٹو، عزیز احمد، کرشن چندر، عصمت چغتائی، احمد ندیم قاسمی، غلام الثقلین، انتظار حسین، اشفاق احمد، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور، الطاف فاطمہ، جمیلہ ہاشمی، ہاجرہ مسرور، مسعود اشعر، اسد محمد خان، انور سجاد، سلیم اختر، واجدہ تبسم، سمیع آہوجا، جیلانی بانو، منشا یاد، بانو قدسیہ، رشید امجد، انور زاہدی، احمد جاوید، آصف فرخی اور طاہرہ اقبال وغیرہ شامل ہیں۔

ممتاز مفتی ایک نامور اُردو افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانوں میں متعدد فکری رجحانات کی تصویر جھلکتی ہے۔ ان کے ہاں نفسِ لاشعور، جنسی نفسیات، کردار کی عالی ظرفی، مثبت ترغیبی رجحان، سماجی حالت، سیاسی رویے، ثقافتی صورتِ حال اور متوسط طبقے کی زندگی کے آثار تخلیقی صلاحیت کا لبادہ اوڑھے واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ ممتاز مفتی کی فکری صلاحیتوں میں تعلیمی فکر کی بھی بھرپور تصویر نظر آتی ہے۔

افسانہ ''سمیع اور اسارہ'' کالج سطح کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے لوگوں کے شہروں کا رُخ کرنے کے رجحان کی نشاندہی کرتا ہے۔ مزید یہ کہ تعلیم یافتہ افراد شعور ہونے کے باوجود اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتتے ہیں۔ اس افسانے کا مرکزی کردار سمیع گاؤں سے شہر آ کر تھرڈ ائیر میں داخل ہوتا ہے۔ پہلے وہ دور کی رشتہ داری کی بنا پر کتابوں کا سوٹ کیس اُٹھائے پروفیسر قائم علی کی دعوت پر ان کے ہاں ٹھہرتا ہے۔ بعد میں وہ بورڈنگ میں قیام کرتا ہے۔ وہ فلکیات کا طالب علم ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ فلکیات کے محکمے میں ملازم ہو جاتا ہے۔ اسارہ کے والد قائم علی کالج میں پروفیسر ہیں۔ وہ کتابوں کا مطالعہ کرنے میں خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسارہ کی والدہ کے انتقال کے بعد وہ پڑوسی سب جج کی بیگم عشرتی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ بیگم عشرتی اپنا گھر بار چھوڑ کر پروفیسر کے گھر آ بیٹھتی ہے۔ اس کے آتے ہی پڑھنے کا عمل ترک ہو جاتا ہے۔ جملے ملاحظہ ہوں: ''پڑوسی سب جج کی بیگم عشرتی ہمیشہ کے لیے اپنا گھر چھوڑ کر پروفیسر صاحب کے گھر آ بیٹھی تھی اور اس کی آمد پر پروفیسر صاحب نے کتابیں پڑھنے کا شغل ترک کر دیا تھا۔ اور وہ اپنی تازہ فتح، بیگم عشرتی میں کھو گئے تھے۔''(۱)

پروفیسر قائم علی، بیگم عشرتی کو پا لینے کے بعد اولاد کی تربیت اور ذمہ داریوں سے بھی غافل ہو

جاتے ہیں۔مصنف نے اس مسئلے کو بھی واضح کیا ہے کہ جب اکثر لوگ گاؤں سے حصول تعلیم کے لیے شہر آتے ہیں تو رہائش کا مسئلہ درپیش آتا ہے۔مجبوراًوہ کسی رشتہ دار،شناسایا بورڈنگ میں قیام کرتے ہیں۔ اس افسانے میں سمیع،پروفیسر قائم علی اور سب جج معاشرے میں موجود تعلیمی شعور کا بھرپور اظہار کرتے ہیں۔

افسانہ ''جوار بھاٹا'' تعلیم نسواں کی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے۔مصنف نے لڑکیوں کے تعلیم حاصل کرکے درس وتدریس سے وابستہ ہونے کے رجحان کو بھی بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔مرجانہ جے۔اے۔وی پاس کرکے شگوفہ پور کے بڑے سکول میں معلّمہ کے طور پر آتی ہے۔وہ سکول کے خوبصورت ماحول سے بڑی متاثر ہوتی ہے۔اس نے اور بھی سکول دیکھے تھے مگر اسے شگوفہ پور کے سکول کا اپنا ہی رنگ نظر آتا ہے۔اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''ان دنوں جے۔اے۔وی پاس کرنے کے بعد وہ نئی نئی شگوفہ پور کے سکول میں معلّمہ کی حیثیت سے آئی تھی۔شگوفہ پور کا سکول دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔چاردیواری کے اندر وسیع میدان میں جب وہ پہلی مرتبہ داخل ہوئی تو اس کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔چاروں طرف چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں پر گلابی پنکھڑیاں جھول رہی تھیں۔کیاریوں میں،روشوں پر گراؤنڈ میں،گملوں میں حتیٰ کہ دیواروں اور چھتوں پر بھی۔اس طوفانِ رنگ و بو نے اسے حیران کردیا۔پہلے تو وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتی رہی۔پھر رنگ وبو کے اس طوفان سے وارفتہ ہوکر دیوانہ وار اس وسیع میدان میں ٹہلنے لگی۔اور مدرسوں میں بھی اس نے پھولوں کے تختے دیکھے تھے۔لیکن شگوفہ پور تمام کا تمام پھولوں بھرا ایک وسیع خطہ دکھائی دیتا تھا۔''(۲)

ہیڈ معلّمہ مرجانہ کا ٹائم ٹیبل تبدیل کردیتی ہے۔لہٰذا اسے بڑے سکول کے علاوہ ایک فرلانگ پر واقع چھوٹے سکول میں بھی پڑھانے کے لیے جانا پڑتا ہے۔مرجانہ کے سکول میں مس سائکز،حمیدہ اور سعیدہ بھی اس کی ہم کار استانیاں ہیں۔استانیاں بورڈنگ میں طالبات کے ساتھ محفل بھی جماتی ہیں اور اکٹھی ہوکر فلم دیکھنے بھی جاتی ہیں۔مصنف نے بورڈنگ کے اندر لڑکیوں کے قیام،ان کی سرگرمیوں اور گہما گہمیوں کی خوش کن کیفیات کو بھی بیان کیا ہے۔جملے ملاحظہ ہوں:''گئی رات تک بورڈنگ کے مین بلاک میں ہنگامہ مچا رہتا۔لڑکیاں روز کوئی نہ کوئی سوانگ بھرتیں یا دیر تک استانیوں اور لڑکیوں کی محفل لگی رہتی یا گانے کی مجلس منعقد ہوجاتی۔''(۳)

بورڈنگ کے پرلی طرف ہسپتال کا کمرہ ہے اور اسی طرف پرنسپل کی کوٹھی ہے۔مرجانہ کا چھوٹا بھائی ارشد فوج میں کمیشن حاصل کرتا ہے اور چار سال بعد مرجانہ کے بلانے پر اس سے ملنے کے لیے سکول

کے ملاقاتی کمرے میں آتا ہے ۔اس افسانے میں مصنف نے سکول کے درجوں، اس کا ماحول، بورڈنگ کی سرگرمیوں اور اجتماعی تعلیمی ماحول کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ ہیڈ معلّمہ، مرجانہ اور اس کی تمام ساتھی استانیاں لڑکیوں کے تعلیمی رجحان کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں ۔ارشد کا کردار تعلیمی آگہی اور پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کو نبھانے کا نمائندہ ہے ۔

افسانہ ''خدا بخش'' میں مصنف نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے رجحان اور بورڈنگ کی زندگی اور سرگرمیوں کو بڑی مہارت سے بیان کیا ہے۔اس افسانے میں مصنف، یوسف اور خدا بخش کالج میں پڑھتے ہیں اور بورڈنگ میں رہتے ہیں ۔رات کو مطالعہ بھی کرتے ہیں، چوری حقہ بھی پیتے ہیں اور تھیٹر بھی دیکھتے ہیں ۔خدا بخش نے سکول کی تعلیم وظیفے پر حاصل کی ہے اور اب کرکٹ کا بہترین کھلاڑی ہونے کی وجہ سے کالج سے کھانا بھی فری حاصل کرتا ہے۔ سپرنٹنڈنٹ قلندر علی خاں رات کو بورڈنگ کا معائنہ کرتا ہے ۔امتحان کے قریب آتے ہی پرنسپل بھی روزانہ کی بنیاد پر بورڈنگ کا دورہ کرتا ہے ۔اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''سب باتوں کے علاوہ روز شام کو پرنسپل وزٹ پر آیا کرتا تھا۔ کیونکہ دو دن بیشتر ہی اس نے ایک لمبا چوڑا لیکچر دیا تھا جس میں تاکید کی تھی کہ اب ہم امتحان کے لیے تیاری شروع کردیں اور وہ بلاناغہ یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم مطالعہ کرتے ہیں یا نہیں روزانہ وزٹ کیا کرتا تھا۔'' (۴)

تینوں کے دوست حامد کا یونیورسٹی کا امتحان بھی سر پر آن پہنچا ہے ۔اس افسانے میں مذکورہ سبھی کردار تعلیمی ادراک کی عکاسی کرتے ہیں ۔

افسانہ ''ذاتی معاملہ'' میں معاشرے میں تعلیمی بصیرت کی واضح جھلک نظر آتی ہے ۔والدین اپنی اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے خواہاں ہیں ۔اگر والدین معاشی طور پر مستحکم نہ ہوں اور اولاد کے تعلیمی اخراجات پورے نہ کرسکتے ہوں پھر بھی وہ اولاد کو تعلیم دلوانے کے لیے قرض تک اُٹھاتے ہیں ۔وہ چاہتے ہیں کہ تعلیم کی بدولت ان کی اولاد معاشی طور پر مستحکم ہو اور معاشرے میں ایک باعزت مقام حاصل ہو۔ اس افسانے میں مصنف نے واضح کیا ہے کہ تعلیم ہی افراد کے شعور اور کردار کو سنوارتی ہے۔ معاشرے میں باعزت مقام عطا کرتی ہے ۔اچھے روزگار کا وسیلہ بنتی ہے اور اعلیٰ عہدوں تک پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہے ۔

صمد جو افسانے کا مرکزی کردار ہے سائنس کا طالب علم ہے ۔وہ کالج میں زیادہ میل جول نہیں رکھتا۔ وہ زیادہ تر وقت اپنے کمرے میں مطالعہ میں صرف کرتا ہے ۔وہ نصاب سے ہٹ کر بھی مطالعہ کا شوقین ہے اس لیے دورانِ تدریس ہی مغربی لٹریچر کے ایک بڑے حصے کا مطالعہ کرلیتا ہے ۔وہ معاشی طور

پر کمزور ہے اور مشکل سے ایم۔ایس۔سی میں اس پوزیشن سے کامیاب ہو جاتا ہے جس سے ایک فیکٹری ٹرپنٹائن کے شعبۂ تحقیق میں تارپین سے متعلق مصنوعات کی ایک ملازمت حاصل کر لیتا ہے۔ درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

> ""صمد کو پڑھنے کا شوق تھا اور حالانکہ سائنس کا طالب علم تھا مگر وہ مغربی لٹریچر کے ایک بڑے حصے کا مطالعہ کر چکا تھا۔اس کے والدین اوسط حیثیت کے مالک تھے اور بڑی مشکل سے اسے تعلیم دلا رہے تھے۔اس لیے وہ فارغ البالی کے احساس سے ناواقف تھا۔اس کے پاس نہ تو تفریح کے لیے روپیہ تھا اور نہ ہی وقت۔نتیجہ یہ ہوا کہ وہ وقت کا زیادہ تر حصہ کمرے میں بیٹھ کر مطالعہ کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ ٹرپنٹائن فیکٹری کے شعبۂ تحقیق میں اسے تارپین کی متعلقہ مصنوعات کی تحقیق کرنے کی ایک آسامی مل گئی۔''(۵)

ایم۔ایس۔سی کی بنیاد پر ملنے والی ملازمت کے بعد صمد اب بھی عبدالصمد ہی ہوتا ہے وہ اے صمد نہیں بنتا۔اسے اس قرض کی بھی فکر ہوتی ہے جو اس کے والدین نے اس کی تعلیم کے لیے اُٹھایا ہوتا ہے۔ صمد کو ماں باپ کی خدمت کے ساتھ ساتھ اپنی اعلیٰ تعلیم کا قرض بھی اتارنا تھا اور اپنے چھوٹے بھائی بہن کی تعلیم کا فرض بھی ادا کرنا ہے۔ وہ اپنی محنت کے بل بوتے پر ایک سال کے اندر اندر شعبۂ تحقیق کا صدر بن جاتا ہے پھر اسے ترقی دے کر اسسٹنٹ منیجر کے عہدے پر تعینات کر دیا جاتا ہے۔تقسیم کے بعد فیکٹری کا نام تارپین رکھا جاتا ہے اور صمد کو جنرل منیجر کے عہدے پر فائز کر دیا جاتا ہے۔ وہ مراعات ملتے ہی اپنی بیوی سلمیٰ کو لے کر اپنے کوارٹر سے بنگلے میں منتقل ہو جاتا ہے۔

عہدہ اور مراعات ملتے ہی صمد کا رویہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی بیوی کے بارے میں دل میں نقائص نکالتا، شکایت کرتا، اسے تبدیل کر کے دوسری بیگموں کی طرح شوخ اور ماڈرن بننے کا تقاضا کرتا ہے۔اُس کا تعلیم یافتہ اور باوقار رویہ بدل جاتا ہے۔ عاجزی کی جگہ عظمت کا احساس پروان چڑھنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب وہ عبدالصمد سے اے صمد بن جاتا ہے۔ یہ جملے ملاحظہ ہوں: ''اب وہ عبدالصمد نہ رہا تھا بلکہ اے صمد ہو چکا تھا۔اب ایسی باتیں سوچنے کے لیے اس کے پاس بہت وقت تھا۔ بلکہ اپنی عظمت کے احساس کی پرورش کرنے کے سوا اب اس کا ذہن کسی اور بات کی طرف مائل ہی نہ ہوتا تھا۔''(۶)

سلمیٰ کے اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کے بعد صمد، انوری سے شادی کر لیتا ہے جو صمد کے اشاروں پر چلنے کی طالب ہوتی ہے۔مگر شادی کے فوراً بعد اشاروں پر نچاتی ہے۔اس

کرب کی بدولت صمد فیکٹری کے ملازمین پر مراعات بھی بند کر دیتا ہے۔ان کے بچوں کی مفت تعلیم روک دیتا ہے اور مختلف عہدوں کے ملازمین کو فارغ کر دیتا ہے۔حالانکہ پہلے یہ وہی صمد تھا جو مزدوروں اور ان کے بچوں کا خیر خواہ تھا اور مفت تعلیم کا بندوبست کرتا تھا۔یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"الٹا وہ تو فیکٹری کے کارندوں سے اظہار ہمدردی کیا کرتا تھا۔مثلاً جب سپرنٹنڈنٹ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہو گیا تھا تو اس نے اس کے کم سن بچوں کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا تھا تا کہ وہ تعلیم سے محروم نہ ہو جائیں۔سٹور کیپر فضل الٰہی کی ناگہانی وفات پر اس نے اس کی جگہ اس کے بڑے لڑکے کی تقرری کر دی تھی۔حالانکہ وہ بچہ پورے طور پر بالغ بھی نہ ہوا تھا۔اور فیکٹری کے قانون کے مطابق اسے ملازمت دی ہی نہ جا سکتی تھی۔پھر اچھا کام کرنے والوں کے لیے صاحب نے انعامات دینے کی رسم ڈالی تھی اور فیکٹری کے ملازمین کے بچوں کو مفت تعلیم دلانے کی خاطر حکومت کو مجبور کر کے وہیں ایک انگریزی سکول کھلوا دیا تھا اور ملازمین کی تفریح کے لیے کھیلیں شروع کر دی تھیں۔"(۷)

مزدوروں کے روزگار، مراعات اور تعلیم کا بندوبست کرنے والا اے صمد، انوری کے رویے کی وجہ سے مزدوروں کا دشمن بن جاتا ہے، یہاں تک کہ فیکٹری سکول کے اساتذہ کو بھی سختی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اساتذہ بچوں پر برستے ہیں۔سکول کا ماحول بچوں کے لیے اجنبی بن جاتا ہے۔صمد ایک بار اساتذہ کو اکٹھا کرتا ہے اور پھر نہ جانے کس وجہ سے ہیڈ ماسٹر کو فارغ کر دیتا ہے۔یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"جنرل منیجر پہلی مرتبہ سکول میں آئے تھے تو پہلی مرتبہ بچے حیران رہ گئے تھے۔انھیں اس بات کا یقین ہی نہ آتا تھا۔اسی لیے وہ حسب معمول شور مچاتے رہے۔پھر جنرل منیجر نے ہیڈ ماسٹر کے کمرے میں استادوں کو اکٹھا کیا تھا اور دیر تک نہ جانے وہ سب کیا باتیں کرتے رہے تھے۔اگلے روز سکول کا ہیڈ ماسٹر ہمیشہ کے لیے سکول چھوڑ کر چلا گیا تھا۔اور سکول میں شور مچ گیا کہ بڑے ماسٹر کو جنرل منیجر نے نکال دیا ہے۔اس بات پر بچے سہم گئے تھے۔اور ماسٹروں کی دھمکیاں شدید ہو گئیں۔"(۸)

مصنف نے اس افسانے میں تعلیم کے حصول کے لیے ناکافی مالی وسائل کے مسئلے پر توجہ دلائی ہے۔تعلیم افراد کی اقتصادی حالت کو سنوارتی ہے مگر بعض اوقات تعلیم کے ذریعے ملنے والے اعلیٰ عہدوں کا غلط استعمال کر کے دوسرے لوگوں کا استحصال کیا جاتا ہے جو انتہائی نامناسب ہے۔تعلیم ایسے رویوں کی نفی کرتی ہے۔تعلیم ہی انسان کو اپنی گھریلو، داخلی اور خارجی ذمہ داریوں کو بطریقِ احسن ادا کرنے کے قابل

بناتی ہے۔اس افسانے میں مصنف نے صحیح معنوں میں معاشرے میں پائے جانے والے تعلیمی شعور کی عکاسی کی ہے۔

افسانہ ''جادوگرنی'' میں مصنف نے ساجد کے کردار کے ذریعے دیہات میں موجود تعلیمی رجحان کی عکاسی کی ہے۔ساجد گاؤں کا لڑکا ہے اور کالج میں تھرڈ ائیر میں پڑھتا ہے۔وہ کالج گراؤنڈ میں واقع فرینڈز لاج میں رہتا ہے۔لاج کی عمارت کا پچھلا حصہ کالج کی گراؤنڈ سے جڑا ہوا ہے۔لاج کی چھت سے کالج کی وسیع عمارت نظر آتی ہے۔کالج کی چھت سے پرے بورڈنگ کے برآمدے میں بھی لڑکے کھڑے نظر آتے ہیں۔ساجد کو کھانے، پڑھنے اور سونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں۔وہ عشق میں گرفتار ہو جاتا ہے۔افسانے میں لاج میں ایک اور دبلا پتلا لڑکا بغل میں کتابیں دبائے داخل ہوتا ہے۔

مصنف اس امر کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ دیہاتی بچے بھی حصولِ تعلیم کے لیے گاؤں سے شہر کی طرف جاتے ہیں اور بورڈنگ میں قیام کرتے ہیں۔مصنف نے اس افسانے میں کالج، کالج گراؤنڈ، لاج، بورڈنگ کا ذکر کر کے اجتماعی تعلیمی ماحول کو پیش کیا ہے۔

افسانہ ''پردۂ سیمیں'' میں صمد کالج میں پڑھتا ہے۔دوسرے لڑکوں کی طرح سینما کا شوقین ہے۔اس شوق کی تکمیل کے لیے وہ کالج کی خصوصی میٹنگ ایجاد کر لیتا ہے۔صمد کے کالج میں لڑکیاں بھی پڑھتی ہیں۔جملہ ملاحظہ ہو: ''کالج میں صرف چار ایک لڑکیاں تھیں۔وہ سب ایم۔اے کی طالبات تھیں۔''(۹) صمد کی ماں بھی تعلیمی ادراک رکھتی ہے اور کالج والوں کو فلسفہ پڑھانے پر کوستی ہے۔صمد کی بہن بلند اقبال دسویں جماعت میں پڑھتی ہے۔اپنی تہذیب سے خوب واقف ہے مگر فیشن کی بھی انتہائی شوقین ہے۔

مصنف نے اس افسانے میں صمد کے کردار کے ذریعے لڑکوں میں تعلیمی رجحان اور کالج کی زندگی میں ان کے جذبات کی نمائندگی کی ہے۔صمد کے کالج میں لڑکیوں کا پڑھنا اور ایم۔اے میں ہونا نہ صرف خواتین کے تعلیمی تدبّر کی عکاسی ہے بلکہ معاشرے میں بڑھتے ہوئے مخلوط تعلیم کے رجحان کی بھی نمائندگی ہے۔مصنف نے بلند اقبال کے کردار کے ذریعے تعلیمی ادراک، اپنی تہذیب سے وابستگی اور فیشن کی طرف مائل ہونے کے رویوں کی بھی ترجمانی کی ہے۔

افسانہ ''آغا اور اسمارائیں'' تعلیم نسواں کی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے۔آغا گورنمنٹ سروس کے عوض پنشن لیتا ہے اور بطور گائیڈ امرت پورن میں زندگی گزارتا ہے۔اسے بیٹی کی تعلیم وتربیت کا بہت شوق ہے۔اس کی بیٹی اسمارائیں نے ایم۔ایس سی کی ہے اور اسے تحقیق کا شوق ہے۔وہ امرت پورن پر کتاب لکھتی ہے جو ابھی نامکمل ہے اس لیے ابھی شائع نہیں کرتی۔آغا مصنف کو اسما کے تحقیقی کام اور ذوق کے متعلق بتاتا ہے۔اقتباس ملاحظہ ہو:

''ہاں اسماء نے تحقیق کر کے امرت پورن پر ایک کتاب لکھی ہے لیکن اسماء ابھی اسے چھپوانے کے لیے تیار نہیں۔ وہ ہنسنے لگا، کہتی ہے یہ تحقیق ابھی خام ہے جب تک امرت رس کا کھوج نہ لگے کتاب مکمل نہیں ہو سکتی۔ پھر وہ ہنسنے لگا۔ اسماء میں تکمیل کا جذبہ بہت شدید ہے وہ پرفیکشن کی دیوانی ہے۔'' (۱۰)

اسما کا ذہن مغربی ہے لیکن اس کی روح مشرقی ہے۔ اسما نے گھر پر آرٹس کی تعلیم حاصل کر رکھی ہے۔ تعلیم کے ساتھ اس نے مصوری، موسیقی، سیناپرونا، سلائی کڑھائی اور خانہ داری کے امور پر دسترس حاصل کر رکھی ہے۔ جملہ ملاحظہ ہو: ''اس کا ذہن مغربی اور روح مشرقی، سیناپرونا سلائی کڑھائی اور خانہ داری میں اسماء کو بڑی دسترس حاصل ہے۔'' (۱۱) آخر حالات کی تلخی کی وجہ سے آغا اور اسما رائیں کنورٹ ہو جاتے ہیں اور آرتھر جیک اور مس آئی وی میں کنورٹ ہونے کے بعد امرت پورن کے مستقل گائیڈ بن جاتے ہیں۔

آغا کی گورنمنٹ ملازمت اور پنشن کی تقرری، اسماء رائیں کی ایم۔ ایس سی کی تعلیم اور گھر پر آرٹس کی تعلیم، محققانہ مزاج، مصوری، موسیقی، سلائی کڑھائی اور امور خانہ داری معاشرے میں بیٹیوں کے متعلق تعلیم و تربیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ افسانہ والدین کی بیٹیوں کی تعلیم کے بارے میں سنجیدگی اور بہترین سوچ کی نمائندگی کرتا ہے۔

افسانہ ''ایک تھا بادشاہ'' جدید تعلیم کے حصول کے رجحان کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کے منفی رویّوں کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ اسادا ایک بادشاہ ہے۔ اس کا بیٹا شہزادہ ساجھانا گذشتہ آٹھ برس سے یورپ میں یونیورسٹی آف ویسٹرن سائنس اینڈ آرٹس میں زیرِ تعلیم ہے۔ وہ جدید تعلیم حاصل کرنے میں محو ہے اور بادشاہی کے موجودہ تصورات کا انکاری ہے۔ وہ مغربی تصورات کا حامل ہے۔ اس لیے نہ وہ بادشاہ بننا چاہتا ہے اور نہ اسے یہ طرزِ حکومت پسند ہے۔ جملہ ملاحظہ ہو: ''شہزادہ سلامت! میں جدید تعلیم سے آراستہ ہوں۔ مروجہ رسمی خیالات سے باغی ہوں۔'' (۱۲) اسادا ذرائع ابلاغ کے سربراہ کے ذریعے اخباروں اور رسالوں میں ایک سرکلر آرڈر جاری کرواتا ہے۔ پھر شہزادے کا محکمے کی طرف سے مرتب کردہ انٹرویو بھی اخبار میں چھپ جاتا ہے۔ اسادا شہزادے کو بادشاہ بنانے اور سمجھانے بجھانے کے لیے مغربی رنگ میں رنگا ہوا ایک ٹیوٹر کمپینئین مقرر کرتا ہے۔ اس کام کے لیے محکمہ تعلقاتِ عامہ یونیورسٹی کے بہت سے پروفیسروں کے انٹرویو کرتا ہے اور آخر کار ڈاکٹر مادام زبوری کو منتخب کر لیا جاتا ہے۔ مادام ڈپلومیٹک ریلیشنز کی ڈاکٹر ہے۔ شہزادے کی اتالیق کے بعد ملکہ بھی بن جاتی ہے۔ بادشاہ کو مار کر جھوٹی وصیت اور فرضی عوام کے پرزور مطالبے پر دونوں کی تاج پوشی کا اشتہار اخبار میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

اس افسانے میں ساچھانا کا کردار جدید تعلیم کے ادراک کی نمائندگی کرتا ہے۔ یونیورسٹی، پروفیسر اور ڈاکٹر مادام معاشرے میں اعلیٰ درجے کی تعلیم کے رجحان کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ افسانہ کسی حد تک تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے گمراہ کن اور منفی رویوں کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

افسانہ ''مہلینو'' میں تعلیم جہاں انسان کو شعور اور فہم و ادراک سے آراستہ کرتی ہے وہاں بعض اوقات انسانی سوچ اور فکر میں منفی رویے بھی جنم لیتے ہیں۔ اس افسانے میں صائم علم حاصل کرتا ہے اور غربت میں سہارا بننے کے بجائے ماں سے علم کے حصول کے بعد تعلق کو برائے نام کر لیتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''اگر صائم علم حاصل نہ کرتا۔ اور وہ دونوں ہمیشہ کے لیے مزدور رہتے، محنت اور مشقت بھری زندگی بسر کرتے تو یہ تعلق جوں کا توں قائم رہتا۔ لیکن علم قینچی بن کر آیا اور اس نے اس عظیم تعلق کے پرزے اڑا دیے۔'' (۱۳)

صائم رائج الوقت علم بھی حاصل کرتا ہے تاکہ وہ اپنے بچوں سے نہ کٹ جائے۔ صائم کی بیٹی سلمیٰ کالج میں پڑھتی ہے اور سمجھتی ہے کہ پیاری شکل والی پروفیسر ہی عمدہ پڑھاتی ہے۔ بدشکل پروفیسر اچھا نہیں پڑھا سکتی۔ سلمیٰ کی بہن ستارہ ہر اس مضمون کو اچھا سمجھتی ہے جس کا فیشن ایبل سرکلز میں ذکر ہوتا ہو۔ ستارہ اپنی اہمیت کا اظہار امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کر کے کرتی ہے۔ جملہ ملاحظہ ہو: ''ستارہ نے اپنی تمام تر اہمیت کا انحصار ہر امتحان میں کلاس میں فرسٹ آنے پر رکھا ہوا تھا۔'' (۱۴)

ستارہ کی ہم جماعت رابعہ بھدی شکل کی ہے۔ وہ رٹا لگا کر ہر دفعہ سیکنڈ پوزیشن حاصل کرتی ہے۔ ستارہ کو ڈر ہوتا ہے کہ وہ اس کی جگہ نہ لے لے۔ ستارہ کا بھائی سمیع مشنری کا رکن ہے اور دفتر کو ہی زندگی کا مقصد سمجھتا ہے۔ ڈاکٹر صولت صائم کی بیمار ماں آسیہ کا علاج کرتا ہے۔

اس افسانے میں صائم، ڈاکٹر صولت اور سمیع کی دفتری مصروفیت معاشرے میں عمومی اور پیشہ وارانہ تعلیم کے شعور کا اظہار ہے۔ سلمیٰ، ستارہ اور رابعہ کی کالج کی سطح پر تعلیم معاشرے میں تعلیم نسواں کے تعلیمی شعور کی واضح عکاسی ہے۔ یہ افسانہ تعلیمی اداروں میں طلبا و طالبات کے درمیان تعلیمی مقابلے کی فضا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے صحت مند رجحان کا بھی عکاس ہے۔

افسانہ ''حلوائی کی دکان'' میں مصنف نے مالی خوشحالی اور تنگ دستی دونوں صورتوں میں معاشرے میں پائے جانے والے تعلیمی شعور کی عکاسی کی ہے۔ ثانیہ اور انور کلاس فیلو ہیں۔ ثانیہ کی درخواست پر انور نوٹس کی ایک کاپی دینے آتا ہے تو ثانیہ کی ماں سوالات کی بھرمار کر دیتی ہے۔ جملہ ملاحظہ ہو: ''تیرے ابا کیا کام کرتے ہیں۔ افسر ہیں یا زمیندار ہے۔'' (۱۵)

انور ایک بیوہ کا بیٹا ہے ۔انور کی ماں اسے محنت مزدوری کر کے تعلیم دلوا رہی ہے ۔ثانیہ کی ماں اسے انور جیسے غریب لڑکوں سے دور رہنے کا کہتی ہے اور پڑھائی پر طنز کرتی ہے ۔ جملہ ملاحظہ ہو: "تم نے کیا مقابلے کا امتحان دینا ہے ۔"(۱۶)

ثانیہ ماں کو بتاتی ہے کہ انور ہماری کلاس کا فسٹ ڈویژنز فسٹ ہے ۔ثانیہ کی ماں سوشل سٹیٹس کی طرف مائل عورت ہے اور بیٹھے بیٹھے امریکہ میں آئیڈیل انجینئر کزن کی اختراع کر لیتی ہے ۔ثانیہ کے ہمسائے میں تیل کمپنی کے ڈائریکٹر مسٹر این کرایے دار کے طور پر آتے ہیں ۔ان کا اکلوتا بیٹا عین ایم ۔اے پاس ہے ۔وہ ہمیشہ کلاس میں فسٹ ڈویژن لیتا تھا ۔ثانیہ کی ماں اس کے سامنے عین کی تعلیمی قابلیت کی ستائش یوں کرتی ہے ۔"بیٹی پڑھائی میں کوئی مشکل ہو تو عین سے جا کر پوچھ لیا کر ۔ایم ۔اے ہے وہ ۔تیری آنٹی کہتی ہے ہمیشہ جماعت میں فسٹ ڈویژن لیا کرتا تھا ۔" (۱۷) ثانیہ اپنے باپ کی انکوائری انسٹیٹیوٹ اور پراپرٹی ضبط ہو جانے کے غم سے مر جانے کے بعد ماں کو سہارا دینے کے لیے انور کے ذریعے ایک آفس میں ملازمت کر لیتی ہے انور بھی اسی دفتر میں ملازمت کرتا ہے ۔

اس افسانے میں ثانیہ اور انور دونوں اپنی اپنی ماں کا سہارا بننے کے لیے تعلیم کی بدولت ہی نوکری حاصل کرتے ہیں ۔مصنف کے مطابق تعلیم جہاں فکر اور سوچ کو پروان چڑھاتی ہے وہاں روزگار کا بھی بہترین ذریعہ ہے ۔ثانیہ، انور، عین اور ڈائریکٹر اپنی اپنی جگہ پر گھریلو ماحول، حالات واقعات اور معاشرتی مقام کے مطابق معاشرے میں پائے جانے والے تعلیمی ادراک کی عکاسی کرتے ہیں ۔

افسانہ "وقار محل کا سایہ" معاشرے میں تعلیمی بصیرت کے ساتھ ساتھ فرد کے کردار میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور اپنی روایات، نام اور خیالات کو نظر انداز کر کے جدید ناموں اور رویوں کو اپنانے کی سعی کی بھی عکاسی کرتا ہے ۔افسانے کی مرکزی کردار یاسمین جب ہائی سکول میں پہنچتی ہے تو اپنے نام کو پرانا، سلوٹیپو اور ڈھیلا سمجھ کر اپنا نام جس من رکھ لیتی ہے ۔ جب وہ کالج پہنچتی ہے تو وہ خود کو ایک ماڈرن گرل سمجھتی ہے اور اپنا نام جس من سے بشی کر لیتی ہے ۔ وہ سمجھتی ہے کہ یہ نام سمارٹ ہے اور زندگی کی لطافت سے مزین ہے ۔بشی کی بہن عفت پہلے ہی اِف اور پھر افی بن چکی ہے ۔اس افسانے میں مصنف نے تاریخی تعلیمی شعور کا بھی اظہار کیا ہے ۔افی کی شوخ و چنچل طبیعت میں تبدیلی کے بارے میں بشی یوں اظہار خیال کرتی ہے ۔"افی باجی واسکوڈے گاما کی روح ہے ۔اسے خبر نہ تھی کہ واسکوڈے گاما نے امریکہ دریافت کر لیا ہے اور اب تھک ہار کر پڑ گئی ہے ۔"(۱۸)

بشی کا باپ شادی کے وقت اسسٹنٹ تھا ۔پھر حالات بدلے اور وہ پہلے منیجر اور پھر جنرل منیجر بن گیا اور ساتھ ہی محمد عثمان سے ایم اوعثمان ہو گیا ۔بشی کی ماں فاطمہ سرسری تعلیم کی وجہ سے سوشل سٹیٹس

کے مطابق ڈھل تو گئی مگر خود کو بیگم نہ بنا سکی۔اقتباس ملاحظہ ہو:

"جب فاطمہ بیگم کی شادی محمد عثمان سے ہوئی تو وہ اسسٹنٹ تھے۔پھر حالات نے سرعت سے پلٹا کھایا اور وہ منیجر ہو گئے اور اب جنرل منیجر تھے۔اسی کے ساتھ ہی وہ محمد عثمان سے ایم اوثمان ہو گئے تھے۔لیکن فاطمہ بیگم فاطمہ بیگم ہی رہی تھی۔وہ فاطمہ زیادہ تھی اور بیگم کم کم۔تعلیم سرسری تھی۔"(۱۹)

اس افسانے میں بشیٰ اور ایم اوثمان معاشرے میں تعلیمی شعور اور جدید رویوں کے نمائندہ ہیں۔ تعلیم روزگار کا بھی اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔یہ افسانہ اس بات کی بھی عکاسی کرتا ہے کہ لوگ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ماڈرن اور سوشل سٹیٹس کے خواہاں بن جاتے ہیں۔یوں وہ قدیم اور جدید کے درمیان الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

افسانہ "چکٹ گاڑی، ہونکتا ہوٹر اور موم بتی" میں مصنف نے علمی، ادبی، تنقیدی اور تعلیمی شعور اور اخبارات کے کردار کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔اس افسانے میں زندگی کے حقیقی ادیبوں کو افسانوی کردار میں دکھایا گیا ہے۔یہ افسانہ حکایت اور لوک کہانی کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔اس افسانے میں مفتی اپنے دوست ابنِ انشا کے کہنے پر ہی اخبار پڑھنا سیکھتا ہے۔ابنِ انشا کے مشورے پر ہی اخبار الٹی طرف سے پڑھتا ہے جہاں غیر اہم خبریں ہوتی ہیں۔ابن انشا کے مطابق اہم خبروں میں صداقت نہیں ہوتی۔مفتی شٹل میں مزدوروں کی لڑائی کا واقعہ پڑھتا ہے تو اخبار سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔مگر پھر ادبی محفل کی تنقید کی چٹیوں، قینچیوں اور چھریوں کا خیال آتے ہی واقعہ کی درستی کا گمان ہوتا ہے۔واقعہ اور ادبی بیٹھک کے ربط کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"آخر ادبی محفل میں بھی تو کہانی سننے والے، آستین چڑھا کر بات کرتے ہیں اور میز پر مکے مارنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔اس لحاظ سے تو خبر درست ہو سکتی ہے۔پھر خیال آتا نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ادبی محفل میں تو پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں۔ہر کسی نے تنقید پر کوئی نہ کوئی کتاب پڑھ رکھی ہے، لہٰذا وہ اپنے علم کا مظاہرہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور علم کا مظاہرہ دوسرے کی بات رد کرنے میں ہی ہوتا ہے، سپورٹ کرنے میں نہیں۔۔۔معترض کا مقصد کہانی پر بات کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنی ادبی صلاحیتیں چھانٹنا ہوتا ہے۔مزدور نقاد تھوڑا ہی ہوتے ہیں۔وہ ایک معصوم سی کہانی پر کیسے مشتعل ہو سکتے ہیں۔"(۲۰)

افسانے میں مصنف نے اس روش کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ بزرگ کوئی بات سمجھانے کے لیے کوئی لوک دانش کہانی یا سعدی اور مولانا روم کی کوئی حکایت سناتے ہیں۔افسانے میں زندگی کے ایسے

کو بیان کرنے کے لیے نطشے کا قول نقل کیا گیا ہے۔غلام زبیر کا آقا علم کا شوقین ہے مگر وہ مطالعے کے لیے چراغ دان کی بجائے زبیر کے ہاتھ پر چراغ روشن کرتا ہے۔اخبار کا ایڈیٹر جرنلسٹ سجاد کا نام استعمال کر کے اپنا نام روشن کرتا رہتا ہے۔مصنف تعلیم ہونے کے باوجود فرد میں پیدا ہونے والے منفی رویّوں اور منفی سوچ کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔

اس افسانے میں ابنِ انشا، سعدی، مولانا روم، نطشے، جرنلسٹ سجاد، اخبار کا ایڈیٹر، اخبار کی اہمیت، ادبی بیٹھک اور خود مصنف معاشرے میں تعلیمی، علمی اور ادبی وتنقیدی رجحانات کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں۔

افسانہ ''ماما نمانہ'' میں نمانہ سکول، پھر کالج اور پھر یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتی ہے۔ وہ گھر میں بھی کتاب کا مطالعہ کرتی ہے اور لائبریری بھی جاتی ہے۔اس کے کچھ کلاس فیلوز بھی کتابی قسم کے ہوتے ہیں۔اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''چار ایک کتابی تھے۔رٹے رٹائے جملے بولتے، حوالے دیتے، امتحانوں میں پوزیشن کے دلدادہ۔ایک انٹلکچول تھا۔سارا دن لائبریری میں گھسا رہتا۔بات کرتا تو کتاب کی بو آتی۔لڑکیوں کی طرف کبھی توجہ نہ دی تھی۔ دیتا بھی تو تحقیقی قسم کی۔انھیں شخصیت کے لحاظ سے کلاسی فائی کرتا رہتا۔'' (۲۱)

رضا سٹوڈنٹ لیڈر ہوتا ہے اور پروفیسروں سے مونچھ مروڑ کر بات کرتا ہے۔نمانہ، رضا، نمانہ کی استانیاں اور پروفیسر تعلیمی رجحان کی عکاسی کرتے ہیں۔مصنف نے اس افسانے میں سکول، کالج اور پھر یونیورسٹی یعنی تینوں درجوں کے تعلیمی شعور اور تعلیمی ماحول کی بخوبی عکاسی کی ہے۔

افسانہ ''کس لیے؟ کیا اس لیے؟'' میں مصنف نے والدین میں بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کے ادراک کی بھرپور عکاسی کی ہے۔افسانے میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ والدین بھی ترقی حاصل کرنے کے لیے مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔اس افسانے میں امتیاز فیصل آباد میں اسسٹنٹ ہوتا ہے۔تنخواہ کم ہونے پر اس کی بیوی فرزانہ کہتی ہے کہ اسسٹنٹ بن کر بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔فرزانہ کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔کانونٹ سکول میں پڑھے۔جملے ملاحظہ ہوں: ''اسے ایک لگن رہتی ہے کہ ہمارے بچے اچھی تعلیم پائیں۔کانونٹ سکول میں پڑھیں۔اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔بڑے ہو کر کچھ بنیں۔'' (۲۲) بچوں کو اعلیٰ تعلیم اور انگریزی اداروں میں تعلیم کے حصول کو ممکن بنانے کے لیے فرزانہ امتیاز کو بار بار اکساتی ہے اور یوں کہتی ہے ''کچھ کرو، امتیاز کچھ کرو۔اسسٹنٹ بن کر بیٹھ رہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ہم بچوں کو انگریزی سکول میں داخل نہیں کرا سکیں گے۔'' (۲۳) لہٰذا وہ امتیاز کو مقابلے

کے امتحان کے لیے تیار کرتی ہے۔امتیاز کامیاب ہو جاتا ہے اور افسر بن کر اسلام آباد میں چارج سنبھال لیتا ہے۔اس افسانے میں امتیاز کا مقابلے کا امتحان دینا، افسر بننا اور فرزانہ کی بچوں کو اعلیٰ اور انگریزی تعلیم دلوانے کی خواہش معاشرے اور والدین میں موجود تعلیمی فہم کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔

افسانہ ''کمرہ نمبر ۱۷'' میں مصنف نے لڑکیوں میں تعلیمی رجحان اور سٹیٹس کے آئیڈلز پر مشتمل توقعات کے ٹوٹنے کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔اس افسانے میں صبیحہ کالج میں تعلیم پا رہی ہے۔فیشن اور سٹیٹس کی شوقین ہے۔جوں جوں تعلیم کے درجے پاس کرتی چلی جاتی ہے وہ صبیحہ سے صبیح اور پھر صبوحی اور پھر صبو بن جاتی ہے۔وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد لیکچرار بن جاتی ہے۔یہ جملہ ملاحظہ ہو: ''تحصیل علم کرنے کے بعد لیکچرار کی حیثیت سے اس کی تعیناتی ہو گئی اور وہ ایک دور دراز شہر میں چلی گئی۔'' (۴۴) وہ دو سال کے بعد یونیورسٹی سے ڈگری لینے کے لیے لاہور بھی جاتی ہے۔صبیحہ کا بھائی بھی اپنی برانچ کا انچارج ہوتا ہے۔اس کے دفتر میں چار لڑکیاں آویزہ، سنبل، ریٹا اور فاطمہ کمپیوٹر ٹریننگ کے لیے آتی ہیں۔ چاروں محنتی ہیں اور شوق سے کام کرتی ہیں۔چاروں رنگ و بو کا پیکر بھی ہیں۔ارجمند کے آفس سے صبیحہ کے لیے ایک افسر لڑکے کا رشتہ آتا ہے۔اس افسانے میں صبیحہ کا کردار لڑکیوں کی کالج اور یونیورسٹی سطح کی تعلیم کے ادراک کی عکاسی کرتا ہے۔ارجمند اور اس کے دفتر کا افسر بھی تعلیمی رجحان کے نمائندہ ہیں۔ چاروں کمپیوٹر ٹریننگ والی لڑکیاں معاشرے میں جدید ٹیکنالوجی کی تعلیم کے شعور کی عکاسی کرتی ہیں۔

ممتاز مفتی کے چند دیگر افسانوں میں ایسے کردار پیش کیے گئے ہیں جو تعلیم یافتہ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔مثلاً احمد، مس اختر (احمق)، عصمی، میجر حسن، زیب (وہ ہاتھ)، عبدالصمد، واحد (لکھ پتی)، کیپٹن مسٹر کھلے، پروفیسر زبیری (مسز کھلے کا خاوند)، مصنف، جمیل، اسلم، ضیا، پرنسپل، میجر (اوئی اللہ)، بینا، سرور، اطہر، ڈاکٹر ریاض، مس عظمت (بینا)، ڈی۔مہرا، ذوالقرنین، عالیہ (سکارلٹ)، کیپٹن رفیع، کیف ناصری، ڈاکٹر اجمل، نرس (نیلی رگ)، عطیہ، جاہ (عطیہ)، نومان، چودھری کا بیٹا (چودھری کا بیٹا)، ریحانہ (گھر کی عزت)، اجمل اور اس کی ماں (میرا گھر)، ذولف، بش اور ان کے والدین (بش اور بشرہ)، واحد متکلم (وہ)، یونیورسٹی کا ماحول، کردار، پروفیسر (ڈائری)، نمی، امجی، جی اے او، صفو (پرانی شراب، نئی بوتل)، امجد، امان، جہاں آرا (ساری بات)، ڈاکٹر شوکت، مسٹر راحیل راؤ (چٹ کپڑی)، ڈالی کا باپ (دیوی)، واحد متکلم (عینی اور عفریت)، ڈاکٹر داؤد، ڈاکٹر خالد (دو موہی)، آمن (رکاوٹ)، الطاف، الطو (سیڑھی سرکار)، بدر، آسیہ (تھرڈ مین) وغیرہ۔

ممتاز مفتی نے اپنے افسانوں میں سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح کی تعلیمی بصیرت کی عکاسی کی ہے، اُن کے افسانوں میں مرد اور عورت دونوں تعلیمی فکر کی نمائندگی کرتے ہیں۔وہ حصول تعلیم کے لیے

پیش آنے والی مالی مشکلات کی طرف بھی متوجہ کرتے ہیں۔وہ افراد کا تعلیم حاصل کرنے کے لیے شہروں کا رُخ کرنے، بورڈنگ میں قیام کرنے یا رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرنے کے مسائل کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں۔وہ اپنے افسانوں میں اعلیٰ اور جدید تعلیم حاصل کرنے کے رجحان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ان کے افسانے تعلیم حاصل کرنے کے بعد انسانی فکر، سوچ اور رویّوں میں تبدیلی کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ وہ حقیقی ادیبوں کا افسانوی کرداروں کی صورت میں ذکر کر کے معاشرے میں موجود علمی، ادبی، تحقیقی وتنقیدی تدبّر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ان کے افسانوں میں تعلیمی بصیرت، درس وتدریس، فنون لطیفہ، اخبار ورسائل، تعلیمی اداروں اور تعلیمی ماحول کی بھی بخوبی تصویر کشی کی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ممتاز مفتی، اسمارائیں، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۸ء، ص: ۲۱

(۲) ایضاً، ص: ۶۴ (۳) ایضاً، ص: ۶۶

(۴) ایضاً، ص: ۲۱۰

(۵) ممتاز مفتی، گڑیا گھر، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۸ء، ص: ۶۳

(۶) ایضاً، ص: ۶۵ (۷) ایضاً، ص: ۶۱

(۸) ایضاً، ص: ۵۸ (۹) ایضاً، ص: ۲۰۵

(۱۰) ممتاز مفتی، روغنی پتلے، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۳۶

(۱۱) ایضاً، ص: ۱۳۸ (۱۲) ایضاً، ص: ۱۵۹

(۱۳) ایضاً، ص: ۱۶۵ (۱۴) ایضاً، ص: ۱۷۰

(۱۵) ایضاً، ص: ۱۹۱ (۱۶) ایضاً

(۱۷) ایضاً، ص: ۱۹۳ (۱۸) ایضاً، ص: ۲۰۲

(۱۹) ایضاً، ص: ۲۰۳

(۲۰) ممتاز مفتی، سمے کا بندھن، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۸ء، ص: ۳۶

(۲۱) ایضاً، ص: ۶۴ (۲۲) ایضاً، ص: ۱۲۴

(۲۳) ایضاً (۲۴) ایضاً، ص: ۱۴۳

✿✿✿